

# مسجد سے متصل مدرسے میں پڑھانے والے کو مسجد کے چندے سے تنخواہ دینا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک محلے کی مسجد میں عصر تا مغرب چھوٹے بچوں کا مدرسہ لگتا ہے، جس میں اس مسجد کے مؤذن صاحب بچوں کو مدرسہ پڑھاتے ہیں، مؤذن صاحب کو مؤذنی کی سیلری کے ساتھ ساتھ، مدرسہ پڑھانے کی اضافی سیلری بھی اسی مسجد کے چندے میں سے ہی دی جاتی ہے۔ اب مسجد سے متصل ایک مدرسہ تعمیر کیا گیا ہے، اور دونوں کا مین گیٹ ایک ہی ہے۔ وہی بچے اس مدرسے میں پڑھیں گے، بس مدرس اور اس مدرسے کی ٹائمنگ تبدیل ہوگی۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ کیا مؤذن صاحب کا مدرسہ پڑھانے کی سیلری لے کر، مسجد میں مدرسہ پڑھانا اور ان کو مسجد کے چندے سے سیلری دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز مسجد سے متصل جو مدرسہ تعمیر کیا گیا ہے، کیا وہاں پڑھانے والے مدرس کی سیلری مسجد کے چندے سے ہی جاسکتی ہے یا نہیں؟

## جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مؤذن صاحب کا اجرت لے کر مسجد میں مدرسہ پڑھانا، اگر مدرسہ تعمیر ہونے سے پہلے تھا، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرسہ ابھی تعمیر کیا گیا ہے، تو شرعاً اس صورت میں اجرت لے کر مسجد میں مدرسہ پڑھانا جائز تھا، مگر اب جبکہ مسجد کے ساتھ الگ سے مدرسہ تعمیر ہو چکا ہے اور وہاں بچوں کو مدرسہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے، تو اب ایسی صورت میں مدرسہ کے ہوتے ہوئے، مسجد میں تنخواہ لیکر مؤذن صاحب کا مدرسہ پڑھانا، شرعاً ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ تنخواہ لے کر مسجد میں تعلیم قرآن دینے کا جواز ضرورت کی وجہ سے تھا، اور اب وہ یہاں نہیں پائی جا رہی۔

اب جہاں تک مسجد کے چندے سے مدرسین کی سیلری دینے کا سوال ہے، تو مسجد کا چندہ مسجد کے عمومی اخراجات کے لئے ہوتا ہے، اسے مسجد سے الگ قائم شدہ مدرسے کے مدرس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔

مسجد میں اجرت پر تعلیم دینے کے ناجائز ہونے سے متعلق، حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق میں ہے: ”قال قاضي خان في

فصل المسجد ويكره أن يخيطة في المسجد لأن المسجد أعد للعبادة دون الاكتساب -- المعلم إذا علم

الصبيان بأجروا إن فعلوا بغير أجر فلا بأس به“ ترجمہ: قاضی خان نے مسجد کے احکام کی فصل میں ارشاد فرمایا: اور مسجد میں سلائی کرنا مکروہ ہے کیونکہ مسجد عبادت کیلئے بنائی گئی ہے، نہ کہ روزی کمانے کیلئے۔۔۔ اسی طرح معلم جب وہ بچوں کو اجرت پر تعلیم دے (تویہ مکروہ ہے) اور اگر وہ بچوں کو بغیر اجرت تعلیم دیں تو کوئی حرج نہیں۔ (حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، جلد 1، صفحہ 352، مطبوعہ قاہرہ)

بحر الرائق میں ہے: ”ومعلم الصبيان القرآن كالكتاب إن كان لأجر لا وحسبة لا بأس به“ ترجمہ: اور بچوں کو تعلیم دینے والا شخص، کاتب کی طرح ہے، اگر وہ اجرت پر تعلیم دے تو جائز نہیں، اور اگر رضائے الہی کیلئے تعلیم دے تو کوئی حرج نہیں۔ (بحر الرائق، جلد 2، صفحہ 38، دارالکتاب الاسلامی)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ فقہیہ ملت میں ارشاد فرماتے ہیں: ”آج کل پڑھانے والے عموماً اجرت لے کر ہی پڑھاتے ہیں، جب کہ اجرت لے کر مسجد میں پڑھانا جائز نہیں، اس لئے اجرت پر تعلیم دینا، دنیاوی کام ہے، مسجد دنیاوی کاموں کیلئے نہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: اگر پڑھانے والا (مسجد میں) اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے۔“ (فتاویٰ فقہیہ ملت، جلد 2، صفحہ 159، شبیر برادرز، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ”معلم اجیر (اجرت پر پڑھانے والے) کو مسجد میں بیٹھ کر تعلیم کی اجازت نہیں اور اجیر نہ ہو تو اجازت ہے۔“ (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 649، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جہاں مسجد کے ساتھ جگہ کی تنگی، یا وسائل کی کمی کے سبب مدرسہ تعمیر نہ کیا جاسکتا ہو، وہاں ضرورت کے پیش نظر مسجد میں اجرت کے ساتھ مدرسہ پڑھانا جائز ہوگا، کیونکہ الاشباہ والنظائر میں ہے: ”الضرورات تبیح المحظورات۔۔۔ ما ابیح للضرورة یقدر بقدرھا“ ترجمہ: ضرورتیں ممنوع امور کو جائز کر دیتی ہیں۔۔۔ (اور) جو کام ضرورت کی وجہ سے مباح (جائز) قرار دیا گیا ہو، تو وہ ضرورت تک ہی محدود رہتا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، صفحہ 87، مطبوعہ کراچی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ویکرہ کل عمل من عمل الدنيا في المسجد، ولو جلس المعلم في المسجد والوراق یکتب، فإن كان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس به؛ لأنه قربة، وإن كان بالأجرة یکرہ إلا أن یقع لهما الضرورة، کذافی محیط السرخسی“ ترجمہ: مسجد میں ہر دنیاوی کام مکروہ ہے، اور اگر مسجد میں معلم اور کاغذ لکھنے والے بیٹھیں، تو اگر معلم رضائے الہی کیلئے تعلیم دے اور کاغذ لکھنے والا، اپنے لئے کاغذ لکھے تو اس میں

کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ نیکی ہے، اور اگر اجرت پر ہو تو مکروہ ہے، مگر یہ کہ ان دونوں کیلئے کوئی ضرورت واقع ہو جائے (تو اس ضرورت کی وجہ سے اجرت پر بھی مسجد میں یہ کام جائز ہوگا) یونہی محیط سرخسی میں ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، جلد 5، الباب الخامس فی آداب المسجد، صفحہ 321، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

”جدید مسائل پر علماء کی رائیں اور فیصلے“ نامی کتاب میں ہے: ”مساجد میں مدارس کا قیام کبھی بر بنائے ضرورت ہوتا ہے، مثلاً ایک بڑا شہر ہے جہاں سنیوں کا کوئی ادارہ نہیں ہے یا اگر کوئی ادارہ ہے تو شہر کے تمام علاقوں کیلئے کافی نہیں ہے، اور صورت حال ایسی ہے کہ وہاں کے سنی مسلمانوں میں اتنی استطاعت نہیں کہ وہ کہیں الگ سے زمین خرید کر مدرسہ قائم کر لیں۔۔۔ اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر اپنا کوئی مدرسہ قائم نہیں ہو تو شہر کے بھولے بھالے عوام بد مذہبیت کے چنگل میں پھنس کر ایمان کی عظیم دولت سے محروم ہو سکتے ہیں۔ (لہذا اس صورتحال کے پیش نظر) تمام مندوبین کا اس پر اتفاق ہے کہ اصل حکم یہی ہے کہ مساجد میں مدرسے قائم کرنا جائز نہیں کیونکہ آج کے دور میں مدرسین تنخواہ دار ملازم ہوتے ہیں اور ان کا علوم دینیہ کے درس و تدریس میں اشتغال گو کہ بجائے خود دین کا بہت اہم کام ہے، تاہم تنخواہ سے مشروط ہونے کی وجہ سے دنیاوی کاروبار میں تبدیل ہو جاتا ہے اور مساجد میں دنیاوی کاروبار ناجائز و گناہ ہے۔ (لیکن) اگر واقعاً مسجد میں مدرسہ قائم کرنے کی ضرورت یا حاجت متحقق ہو محض اس کا توہم نہ ہو تو مسجد میں تنخواہ دار مدرس کو بیٹھ کر بچوں کی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور جہاں اس کی ضرورت و حاجت نہ پائی جائے وہاں کیلئے حکم وہی ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر تعلیم دینا ناجائز و گناہ ہے۔“ (جدید مسائل پر علماء کی رائیں اور فیصلے، جلد 2، صفحہ 302، 306، 307 شنیر برادز، لاہور)

مسجد کا چندہ، مسجد میں رائج مصارف میں خرچ کیا جائے گا، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر (زمین و دکانیں) مسجد کے مصارف رائج فی المساجد (یعنی مسجدوں میں جن چیزوں میں خرچ کرنے کا عرف ہو ان) کے لئے وقف ہے، تو بقدر معبود (یعنی عرف کی مقدار میں) شیرینی و روشنی ختم (شریف) میں صرف (یعنی خرچ کرنا) جائز (مگر) افطاری و مدرسہ میں ناجائز، نہ اسے تنخواہ مدرسین وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارف مسجد (یعنی مسجد کے اخراجات) سے نہیں، اور اگر اس نے ان چیزوں کی صراحۃً (یعنی واضح لفظوں میں) اجازت شرائط وقف میں رکھی تو ان میں بھی صرف ہو سکے گا۔“ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، جلد 16، صفحہ 486، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشريعة مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ امجدیہ میں لکھتے ہیں: ”(عطیہ وچندہ) دینے والے جس مقصد کے لیے چندہ دیں، یا کوئی اہل خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائیداد وقف کرے، اسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے، دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں، مثلاً اگر مدرسہ کے لیے ہو، تو مدرسہ پر صرف کی جائے اور مسجد کے لیے

ہو، تو مسجد پر (خرچ کرنا ضروری ہے)۔ (فتاویٰ امجدیہ، حصہ 3، صفحہ 42، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ نمبر: FAM-503

تاریخ اجراء: 04 صفر المظفر 1446ھ / 10 اگست 2024ء



**Darul-Ifta Ahlesunnat (Dawat-e-Islami)**



[www.fatwaqa.com](http://www.fatwaqa.com)



[daruliftaahlesunnat](https://www.facebook.com/daruliftaahlesunnat)



[DaruliftaAhlesunnat](https://www.youtube.com/DaruliftaAhlesunnat)



[Dar-ul-ifta AhleSunnat](https://play.google.com/store/apps/details?id=com.daruliftaahlesunnat)



[feedback@daruliftaahlesunnat.net](mailto:feedback@daruliftaahlesunnat.net)